جواب دیا" میں مہالا سپتی کو زمین پر چھوڑ کر خود جھولے پر سونا پسند نہیں کروں گا"۔اس پر کاکا صاحب نے پھر کہا:" میں ایک اور تخت مہالا سپتی کے لیے بھی فراہم کردوں گا"۔بابا نے کہا:وہ کس طرح تخت پر سو سکتا ہے کیوں کہ جھولتے تخت پر سونا آسان نہیں ہے۔صرف وہی آدمی ایسا کر سکتا ہے جس میں بہت سی خوبیاں ہوں وہ جو آنکھیں کھلی رکھ کر سو سکتا ہے وہی ایسا کر سکتا ہے۔جب میں سونے لگتا ہوں تو میں اکثر مہالا سپتی کو پاس بٹھا کر اس کو اپنا ہاتھ میرے دل پر رکھنے کے لیے کہتا ہوں تاکہ وہاں ورد کیے جا رہے خدا کے نام کو سنتا رہے۔اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر وہ مجھے سوتے ہوئے پائے تو جگا دے۔مگر وہ تو یہ بھی نہیں کر سکتا۔جب وہ خود نیند محسوس کر کے اونگھنے لگتا ہے تو میں اس کا ہاتھ پتھر کی طرح بھاری محسوس کرتا ہوں۔میں چلا کر کہتا ہوں:"او بھگت "اس پر وہ جاگ کر اپنی آنکھیں کھولتا ہے۔ایسا شخص جو ٹھیک طرح سے زمین پر بیٹھ کر سو نہیں سکتا۔وہ کیسے ایک اونچے جھولتے ہوئے تخت پر سو سکتا ہے"۔دوسرے کئی موقعوں پر بیٹھ کر بابا نے اپنے بھگتوں سے محبت کی وجہ سے کہا"جو (اچھا یا برا) ہمارا ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اور جو دوسرے کا ہے وہ اس کے ساتھ ہے"۔

ڈال دی گئی جن میں سے ایک پر "منظور کرو" اور دوسری پر "رد کرو" لکھا تھا۔ ایک بچے سے کہا گیا کہ ان میں سے ایک کو اٹھائے۔ بچے نے منظور کرو والی پرچی اٹھائی۔ چناں چہ دھوتی مادھو راؤ کو دے دی گئی جس کو اس نے قبول کر لیا۔ اس طرح آنند راؤ اور مادھو راؤ دونوں کو تسلی ہو گئی اور کاکا صاحب کی مشکل بھی حل ہو گئی۔

یہ کہانی اس بات پر زور دیتی ہے کہ ہمیں دوسرے سنتوں کے الفاظ کا بھی احترام کرنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں اپنی ماں یعنی گورو پر پورا یقین اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے کیوں کہ وہی سب سے بہتر جانتے ہیں کہ ہماری بھلائی کس میں ہے۔ اس لیے بابا کے الفاظ اپنے دل پر کندہ کر لیجیے۔ اس دنیا میں لاتعداد سنت ہیں لیکن ہمارے گورو ہی سچے والد ہیں دوسرے چاہے بہت سے اچھے الفاظ کہیں پر ہمیں اپنے گورو کے الفاظ کو نہیں بھولنا چاہیے۔ مختصراً یہ کہ اپنے گورو کو دل کی گہرائیوں سے پیار کیجیے۔ خود کو پوری طرح ان کے لیے وقف کر دیجیے اور بڑے ادب واحترام سے ان کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ پھر آپ کو پتا چلے گا کہ آپ کو اس دنیا کا کوئی سمندر پار نہیں کرنا ہے جیسے سورج کے لیے کوئی اندھیرا نہیں ہوتا۔

لکڑی کا تخت بابا کا پلنگ نہ کہ بھگت کا

اپنے ابتدائی دنوں میں بابا لکڑی کے تخت پر سوتے تھے جس کی لمبائی 4 چار ہاتھ کے برابر اور چوڑائی ایک بالشت بھر، جس کے چاروں کونوں پر چار دیے روشن رہتے تھے۔ بعد میں انھوں نے اس تخت کے ٹکڑے کر کے اسے پھینک دیا (بحوالہ باب دس 10) ایک بار بابا اس تخت کی بڑائی اور اہمیت کاکا صاحب کو بتا رہے تھے جس کو سن کر آخر الذکر نے بابا سے کہا "اگر آپ اب بھی لکڑی کے تخت کو پسند کرتے ہیں تو میں ایک مسجد میں جھولے کی طرح لٹکا سکتا ہوں تاکہ آپ آرام سے سو سکیں۔" بابا نے

قدموں میں جھکنا یا ان کی پوجا کرنا خود کو وقف کرنے کے لیے کافی ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے" سب لوگ کاکا صاحب اس خواب کے بیان کو سننے کے لیے بے تاب تھے۔ ان کی تجویز پر مسٹر پاکھاڑے نے اپنے خواب کو یوں بیان کرنا شروع کیا:-

"میں ایک گہرے سمندر میں چھاتی تک پانی میں ڈوبا کھڑا تھا۔ وہاں اچانک میں نے سائی بابا کو دیکھا۔ وہاں وہ ایک خوبصورت تخت پر جس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ میں بابا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ یہ خواب اتنا حقیقی تھا کہ مجھے یہ خیال ہی نہ رہا کہ یہ خواب ہے عجیب بات یہ ہے کہ مادھو راؤ بھی وہاں کھڑا تھا۔ اس نے مجھے بڑے حساس انداز میں کہا" آنند راؤ بابا کے قدموں پر گر پڑو" میں نے جواب دیتے ہوئے کہا:-

میں بھی یہی کرنا چاہتا ہوں لیکن ان کے پاؤں پانی میں ہیں، میں ان پر اپنا سر کیسے رکھ سکتا ہوں، میں مجبور ہوں" یہ سن کر اس نے بابا سے کہا: "او دیوا اپنے پاؤں پانی سے باہر نکالو" پھر بابا نے فوراً اپنے پاؤں پانی سے باہر نکال لیے۔ میں نے بغیر دیر کیے انھیں پکڑ لیا اور ان پر جھک گیا۔ یہ دیکھ کر بابا نے مجھے دعا دیتے ہوئے کہا: جاؤ اب تمہارا بھلا ہو گا اور اب ڈرنے یا پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے" انھوں نے مزید کہا" میرے شاما کو ایک ریشمی بارڈر والی دھوتی دینا اس سے تمہیں فائدہ ہو گا"۔

بابا کے حکم کی تعمیل میں مسٹر پاکھاڑے نے دھوتی لائی اور کاکا صاحب سے درخواست کی کہ وہ اسے مادھو راؤ کو دیں۔ لیکن آخر الذکر نے یہ کہہ کر کر لینے سے انکار کر دیا کہ جب تک بابا خود اسے قبول فرمانے کا اشارہ نہ کریں گے وہ اسے نہیں لے گا"۔ پھر کچھ بحث کے بعد کاکا صاحب نے پانسہ ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ کاکا صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ تمام مشکوک معاملات میں پانسے کی مدد سے فیصلہ کرتے تھے جو بھی نتیجہ سامنے آتا اس پر سختی سے عمل کرتے۔ اس خاص معاملے میں دو پرچیاں بابا کی تصویر کے قدموں میں

جواب کتنے شاندار ہیں، لیکن انھیں عمل میں لانا بھی کتنا مشکل ہے۔ ناتھ تو مکمل انسان تھے لیکن ہم جیسے بے وقوفوں کے لیے کیا یہ ممکن ہے کہ خود کو اس حد تک وقف کر سکیں جس کی حدود انھوں نے متعین کی ہیں۔ ہم اسے کئی جنم پانے کے بعد بھی حاصل نہ کر سکیں گے تو پھر ہمیں کس طرح نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہمارے لیے کوئی امید نہیں ہے۔ مادھو راؤ کو کاکا صاحب کا یہ قنوطی رویہ پسند نہ آیا۔ اس نے کہا: یہ بڑی قابلِ رحم بات ہے کہ جس شخص کو بابا جیسے لامثال گورو کی رشد و ہدایت نصیب ہوئی ہو وہ اس قدر تحقیر کی باتیں کرے۔ اگر تمھیں بابا میں پورا یقین ہے تو تم اس قدر پریشان کیوں ہو، ناتھوں کی بھگتی چاہے مضبوط اور قوی ہو پر کیا ہماری پیاری اور محبت بھری نہیں ہے۔ اور کیا بابا نے ہمیں پورے استناد کے ساتھ یہ نہیں کہا ہے کہ ہری اور گورو کو یاد کرنے اور ان کے بھجن گانے سے ہی مکتی ملتی ہے۔ پھر خوف اور پریشانی کی کہاں کوئی وجہ ہے؟ مادھو راؤ کی وضاحت سے کاکا کی تسلی نہ ہوئی۔ وہ سارا دن یہ سوچتے ہی رہے کہ کس طرح ناتھوں کی قوی بھگتی حاصل کرے۔ دوسری صبح حسبِ ذیل کرشمہ واقع ہوا:-

ایک آدمی جس کا نام آنند راؤ پاکھاڑے تھا مادھو کی تلاش میں آیا۔ اس وقت بھاگوت کا مطالعہ چل رہا تھا۔ مسٹر پاکھاڑے، مادھو راؤ کے قریب بیٹھ کر اس کے کان میں کچھ کہنے لگا۔ وہ اسے اپنے خواب کے بارے میں دھیمی آواز میں کچھ بتا رہا تھا۔ اس سے چونکہ بھاگوت کے مطالعے میں کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی اس لیے اس نے اسے پڑھنا بند کر کے مادھو راؤ سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

آخر الذکر نے کہا: "کل تم نے ایک شک کا اظہار کیا تھا آج اس کا جواب یہ ہے کہ مسٹر پاکھاڑے کے خواب کے بیان کو سنو۔ اس بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ گورو کے

کاکا صاحب کا شبہ اور آنند راؤ کا خواب

یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ سائی بابا نے کاکا صاحب دکشت کو روزانہ شری ایکناتھ کی دو کتابیں پڑھنے کی ہدایت کی تھی۔ یہ دو کتابیں تھیں (1) بھاگوت اور (2) بھاوارتھ رامائن۔ بابا کی زندگی کے دوران کاکا صاحب یہ دونوں کتابیں روزانہ پڑھتے تھے۔ یہ سلسلہ انھوں نے باباؒ کے انتقال کے بعد بھی جاری رکھا۔ ایک بار چوپاٹی بمبئی واقعہ کاکا مہاجنی کے گھر میں ہوا۔ کاکا صاحب صبح کے وقت ایکناتھی بھاگوت پڑھ رہے تھے۔ مادھو راؤ دیش پانڈے عرف شاما اور کاکا مہاجنی موقع پر موجود کتاب کے دوسرے باب کے گیارہویں سکندھ کو بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ اس حصے میں رشبھ کنبے کے نوناتھ یا سدھوں کا ذکر تھا جن میں کوی، ہری، انترکش پر بھدھ۔ پپلاین آور ہوتر، درومل، چمس اور کربھاجن شامل ہیں انہوں نے بھاگوت دھرم کے اصولوں سے راجا جنک کو روشناس کرایا تھا۔ آخرالذکر (راجا جنک) نے سارے نوناتھوں سے اہم سوالات پوچھے اور ان میں سے ہر ایک نے ان کو تسلی بخش جواب دے دیا۔ پہلے ناتھ یعنی کوی نے وضاحت کی کہ بھاگوت دھرم کیا ہے۔ ہری نے بھگت کی خصوصیات بیان کیں۔ انترکش، نرملا کیا ہے یہ بیان کیا۔ مایا کو کس طرح عبور کیا جا سکتا ہے اس کا جواب پر بھدھ نے دیا۔ پر برہم کیا ہے اس کی وضاحت پپلاین نے کی۔ آور ہوتر نے کرم کیا ہے اس کا جواب دیا۔ بھگوان کے اوتار لینے اور اس کے نیک اعمال کا ذکر درومل نے کیا۔ جو ناخدا ہے اس پر موت کے بعد کیا بیتتی ہے اس کا ذکر چمس نے کیا۔ مختلف زمانوں میں خدا کی عبادت کے مختلف طریقوں کے بارے میں کربھاجن نے بتایا۔ ان سب جوابات کا لب لباب یہ تھا کہ اس کل یگ میں نجات کا واحد ذریعہ ہری کی یاد یا گورو کے قدم ہیں۔ کتاب کو پڑھنے کا سلسلہ جب ختم ہوا تو کاکا صاحب مایوس لہجے میں مادھو راؤ اور دوسروں سے یوں گویا ہوئے: بھگتی یا لگن کے موضوع پر نوناتھوں کے سوال د

والا نہیں ہے۔ اگر پوجا یا گیان دھیان کا کوئی کام کرنا ہے تو اسے پورے من اور روح سے کرنا چاہیئے۔

ایک عورت جو محبت اپنے خاوند سے کرتی ہے اس کا کبھی بھی اس محبت سے تقابل کیا جاتا ہے جو بھگت اپنے گورو سے کرتا ہے۔ اس کے باوجود اول الذکر ثانی الذکر سے بہت چھوٹی اور کمتر ثابت ہوتی ہے جس سے اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ ماں باپ، بھائی بہن یا رشتے دار کوئی بھی ہمیں زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے میں مدد نہیں دیتا۔ ہمیں عرفان ذات کی راہ کو خود متعین کر کے یاد کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں اصل اور نقل میں فرق کرنے کے ساتھ ساتھ اس دنیا کی خوشیوں اور دوسری اشیاء کو ترک کرنا پڑتا ہے اور اپنے حواس اور من کو قابو میں رکھنے کے ساتھ ہی صرف نجات کی خواہش کرنی پڑتی ہے۔ دوسروں پر دار و مدار رکھنے کی بجائے ہمیں خود پر پورا اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ جب ہم امتیاز کرنے لگتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ دنیا عارضی اور غیر حقیقی ہے تو دنیاوی چیزوں کے لیے ہماری چاہت کم ہونے لگتی ہے جو بالآخر ان سے بے تعلقی اور دوری کا باعث ہوتا ہے۔ جب ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ برہم گورو کے سوائے اور کوئی نہیں ہے اور وہی واحد حقیقت ہے اور وہی ساری کائینات کو محیط اور گھیرے ہوئے ہے تو ہم اس کو ہر جاندار میں پاکر اس کی پوجا کرنے لگتے ہیں۔ یہی واحد بھجن یا پوجا ہے۔ جب ہم اس طرح برہم یا گورو کی پورے دل سے پوجا کرتے ہیں تو ہم اس سے مل کر ایک ہوتے ہوئے عرفانِ ذات تک پہنچتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ گورو کا نام ہر وقت لینے یا اس کے بارے میں دھیان لگانے سے ہر وقت اس کے درشن کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں جس سے ہمیں دائمی راحت مسرت حاصل ہوتی ہے۔ حسبِ ذیل کہانی اس کی وضاحت کرے گی:-

سینتیسواں باب

باباکی نظر آشکارا اور نمودار

[کاکا صاحب کا شبہ اور آنند راؤ کا خواب ،
لکڑی کا تختہ ، بابا کا پلنگ نہ کہ بھگت کا۔]

ابتدائیہ

ہم نے پچھلے ابواب میں باباکی رحلت کے بارے میں بیان کیا ہے۔ ان کا جسمانی روپ بے شک ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے لیکن باباکا لامحدود اور روحانی وجود ہمیشہ زندہ ہے۔ ان کی زندگی کے دوران جو لیلائیں اور کرشمے واقع ہوئے ان کے بارے میں اس وقت تک تفصیل سے لکھا گیا ہے جب ان کا انتقال ہوا۔ اور بھی لیلائیں واقع ہوتی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ بابا اب بھی زندہ ہیں اور پہلے کی طرح اپنے بھگتوں کی مدد کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو باباکی زندگی کے دوران ان سے ملے وہ یقیناً بہت خوش نصیب تھے لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جن کو اس دنیا کی خوشیوں کا حصہ منصفانہ طور پر نہ حاصل ہو سکا اور ان کے من کی عظمت کو تسلیم کرنے سے قاصر رہے تھے تو یہ ان کی بدقسمتی تھی۔ چناں چہ جس چیز کی اس وقت ضرورت تھی اور اب بھی ہے وہ پوری طرح باباکے لیے خود کو وقف کرنا ہے۔ ہمارے سارے حواس اجزاء اور من سب کو مل کر باباکی خدمت اور پوجا کرنی چاہئے۔ کچھ اجزا سے پجاری کا کام لینے اور کچھ کو دوسری طرف لگانے سے کوئی فائدہ ہونے